کیا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حکومت قائم کرنے آئے تھے؟

فضیلۃ الشیخ ربیع بن ہادی المدخلی حفظہ اللہ

(سابق صدر شعبۂ سنت، مدینہ یونیورسٹی)

ترجمہ: طارق علی بروہی

مصدر: کتاب منہج الأنبیاء فی الدعوۃ الی اللہ فیہ الحکمۃ والعقل۔

پیشکش: توحیدِ خالص ڈاٹ کام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ حفظہ اللہ اپنی کتاب میں اصلاحِ عقائد اور مخالفت شرک ہی عقل و حکمت کا تقاضہ ہے ثابت کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

اس کے باوجود وہ کسی بادشاہت و مملکت کے طالب نہ تھے بلکہ وہ تو توحید وہدایت کے داعی تھے، اور نہ ہی اپنے پیروکاروں کو کسی سیاسی تحریک وانقلابات کے لئے تیار کیا کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکومت کی پیشکش

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ کی بادشاہت پیش کی گئی، لیکن آپ نے اسے ٹھکرا دیا، توحید کی دعوت اور شرک واوثان کی مخالفت برابر جاری رکھی۔

"جب قریش آپ کے معاملے میں پریشان ہوگئے تو انہوں نے عتبہ بن ربیعہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا، جس نے آپ سے اس طرح گفتگو کی:

بھتیجے! ہماری قوم میں جو تمہارا مقام و مرتبہ اور بلند پایہ نسب ہے وہ تمہیں معلوم ہے۔ اب تم اپنی قوم میں ایک بڑا معاملہ لے کر آئے ہو، جس کی وجہ سے تم نے ان کی جماعت میں پھوٹ ڈال دی، ان کی عقلوں کو حماقت سے دوچار بتلایا، ان کے معبودوں اور ان کے دین کی عیب جوئی کی اور جو ان کے آباء واجداد گزر چکے ہیں انہیں کافر ٹھہرایا۔ لہٰذا میری بات سنو، میں تمہیں کچھ پیشکش کرتا ہوں ان پر غور کرو شاید کہ کوئی پیشکش قبول کرلو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابو الولید! کہو میں سنوں گا۔

اس نے کہا: بھتیجے! یہ معاملہ جسے تم لے کر آئے ہو اگر اس سے مال حاصل کرنا چاہتے ہو تو ہم تمہارے لئے اتنا مال جمع کیے دیتے ہیں کہ تم ہم میں سب سے زیادہ مالدار بن جاؤ، اگر تم یہ چاہتے ہو کہ اعزاز و مرتبہ حاصل کرو تو ہم تمہیں اپنا سردار بنائے لیتے ہیں، یہاں تک کہ تمہارے بغیر کسی معاملہ کا فیصلہ نہ کریں گے، اور اگر تم یہ چاہتے ہو کہ بادشاہ بن جاؤ تو ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنائے لیتے ہیں، اور اگر یہ جو تمہارے پاس آتا ہے کوئی جن بھوت ہے، جسے تم دیکھتے ہو لیکن اپنے آپ سے دفع نہیں کر سکتے، تو ہم تمہارے لئے اس کا علاج وطب تلاش کئے دیتے ہیں اور اس سلسلے میں ہم اتنا مال خرچ کرنے کے لئے تیار ہیں کہ تم شفایاب ہو جاؤ، کیوں کہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جن بھوت انسان پر غالب آجاتا ہے اور اس کا علاج کروانا پڑتا ہے، (یا جیسا اس نے انہیں کہا)۔ رسول اللہ ﷺ اسے سنتے رہے یہاں تک کہ جب عتبہ فارغ ہو چکا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ابو الولید تم فارغ ہو گئے؟ اس نے کہا: ہاں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا! اب میری سنو۔ کہا: ٹھیک ہے سنوں گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. حٰمٓ، تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ، بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ...﴾ (فصلت:1-4)

(شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ حم، یہ رحمٰن ورحیم کی طرف سے نازل کی ہوئی ایسی کتاب ہے جس کی آیات کھول کھول کر بیان کر دی گئی ہیں، عربی قرآن، ان لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں، جو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے، لیکن ان میں سے اکثر نے منہ موڑا اور وہ سنتے نہیں ہیں۔۔۔)

رسول اللہ ﷺ آگے پڑھتے جا رہے تھے اور عتبہ اپنے دونوں ہاتھ پیچھے زمین پر ٹیکے چپ چاپ سنتا جا رہا تھا۔ جب آپ سجدہ کی آیت پر پہنچے تو آپ نے سجدہ کیا، پھر فرمایا:

ابو الولید! تمہیں جو کچھ سننا تھا سن چکے، اب تم جانو اور تمہارا کام جانے۔۔۔

عتبہ اٹھا اور قریش کے پاس آیا، جب وہ ان کے پاس بیٹھا تو انہوں نے پوچھا: ابو الولید! پیچھے کی کیا خبر ہے؟ اس نے کہا: پیچھے کی

خبر یہ ہے کہ میں نے بے شک ایسا کلام سنا ہے کہ ویسا کلام اللہ کی قسم! میں نے کبھی نہیں سنا، اللہ کی قسم! وہ شعر ہے، نہ جادو اور نہ کہانت، قریش کے لوگو! میری بات مانو اور اس معاملے کو مجھ پر چھوڑ دو، میری رائے یہ کہ اس شخص کو اس کے حال پر چھوڑ کر الگ تھلگ بیٹھے رہو، اللہ کی قسم! میں نے جو قول سنا ہے اس سے کوئی زبردست واقعہ رونما ہو کر رہے گا، پھر اگر اس شخص کو عرب نے مار ڈالا تو تمہارا کام دوسروں کے ذریعے انجام پا جائے گا اور اگر یہ شخص عرب پر غالب آگیا تو اس کی بادشاہت تمہاری بادشاہت اور اس کی عزت تمہاری عزت ہو گی اور اس کا وجود تمہارے لئے سب سے بڑھ کر سعادت کا باعث ہو گا۔ لوگوں نے کہا: ابو الولید! اللہ کی قسم، تم پر بھی اس کی زبان کا جادو چل گیا۔ عتبہ نے کہا: اس شخص کے بارے میں میری رائے یہی ہے، اب تمہیں جو ٹھیک معلوم ہو کرو"[1]۔

ابن اسحاق عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ: قریش کے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تقریباً وہی پیش کش کی جو عتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کر چکا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جواب دیتے ہوئے فرمایا:

"تمہاری اس پیش کش کی مجھے کوئی ضرورت نہیں، میں جو کچھ تمہارے پاس لے کر آیا ہوں اس لیے نہیں کہ تم سے مال مانگنا ہے، اور تم میں بڑا بننا ہے اور تم پر اپنی بادشاہت قائم کرنی ہے۔ بلکہ اللہ نے مجھے تمہاری جانب پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، اور مجھ پر کتاب اتاری ہے، اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے لیے خوشخبری دینے والا اور خبر دار کرنے والا بن جاؤں۔ پس میں نے تمہیں اپنے رب کے احکامات پہنچا دئے ہیں، اور تمہاری خیر خواہی کی ہے۔ اب اگر تم اسے قبول کرتے ہو جو کچھ میں لے کر آیا ہوں تو یہ تمہاری دنیوی اور اخروی سعادت ہے، اور اگر تم نے ٹھکرا دیا تو میں اللہ کا حکم آجانے تک انتظار کروں گا، یہاں تک کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے۔۔۔"[2]۔

---

[1] سیرت ابن ہشام: 1/ 293-294 اسے ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے حدثنی یزید بن ابی زیاد عن محمد بن کعب القرظی، قال: حدثت ان عتبۃ بن ربیعۃ۔۔۔ اور پورا قصہ بیان کیا، السیرۃ لابن ہشام۔۔۔ اور اس کا ایک شاہد حدیث جابر میں بھی ہے جس کی روایت عبد بن حمید اور ابو یعلیٰ نے کی، اس کی تخریج پہلے گزر چکی ہے چنانچہ اس کے ذریعہ اس قصہ کی روایت کو مزید تقویت پہنچتی ہے۔

[2] سیرت ابن ہشام: ۲۹۶،۲۹۵/ ۱ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے بعض اہل علم نے سعید بن جبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد د وغلام عکرمہ سے ابن عباس کی روایت بیان کی کہ: قریش کا ایک وفد عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ابو سفیان کے طور پر جمع ہوا۔۔۔ اور یہ اپنے سے پہلے والے قصہ کو مزید تقویت دیتا ہے اور یہ سب روایات ایک دوسرے کی تقویت کا باعث ہیں۔

اسی میں سے یہ بھی ہے کہ ایک روایت (بشرط صحت) میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض قبائل کی اس طلب کو ٹھکرا دیا کہ آپ کی وفات کے بعد حکومت انہیں سونپی جائے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: مجھے زہری نے بیان کیا:

”اللہ کے رسول ﷺ بنو عامر بن صعصعہ کے پاس گئے اور انہیں اللہ کی طرف بلایا اور ان پر اپنے آپ کو پیش کیا، تو ان میں سے ایک شخص جسے بحیرہ بن فراس کہا جاتا تھا نے کہا: اللہ کی قسم! اگر اس جوان کو میں قریش سے حاصل کر لوں تو اس کے ذریعے سارے عرب کو نگل جاؤں گا۔اس نے آپ سے کہا: اگر ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں اور آپ کو اللہ اپنے مخالفین پر غلبہ عطا کرے تو کیا آپ کے بعد حکومت ہماری ہو گی؟

آپ نے فرمایا: حکومت اللہ کی ہے جسے چاہے گا عطا کرے گا۔

اس نے یہ کہتے ہوئے آپ کی دعوت ٹھکرا دی کہ: ہم سارے عرب کے مقابلے میں اپنے سینوں کو آپ کے لئے سپر بنائیں، پھر جب اللہ آپ کو غلبہ عطا کرے گا تو کیا اقتدار ہمارا نہیں دوسروں کا ہو گا؟ پھر ہمیں اس دین کی کوئی ضرورت نہیں اور انکار کر دیا“[3]۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کسی حکومت کو گرانے اور اس کی جگہ کسی نئی حکومت کو قائم کرنے کے لئے نہیں آئے تھے ،اور نہ ہی انہوں نے بادشاہت کی خواہش کی اور نہ اس کے حصول کے لئے جماعتیں اور تنظیمیں بنائیں، بلکہ وہ انسانیت کی ہدایت کے لیے اور انہیں گمراہی و شرک سے بچانے، اور اندھیرے سے روشنی کی طرف لا کر انہیں اللہ تعالی کی نعمتیں یاد دلا کر اس کی پکڑ سے ڈرانے کے لئے آئے تھے۔

اگر کبھی انہیں بادشاہت کی پیشکش بھی ہوئی تو انہوں نے ٹھکرا دیا اور اپنی دعوت کے راستے پر گامزن رہے۔

قریش نے بھی آپ ﷺ کو بادشاہ بنانا چاہا لیکن آپ نے رد کر دیا۔

---

[3] السيرة لابن هشام (1/424-425)، والسيرة النبوية للذهبي (ص:189-190).

آپ ﷺ کو (اللہ کی طرف سے) بادشاہ نبی یا بندہ رسول دونوں میں سے کسی ایک کو پسند کر لینے کا اختیار بھی دیا گیا، تو آپ ﷺ نے بندہ رسول بننا ہی اختیار فرمایا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

”جَلَسَ جِبْرِيلُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ، فَإِذَا مَلَكٌ يَنْزِلُ، فَقَالَ جِبْرِيلُ: إِنَّ هَذَا الْمَلَكَ مَا نَزَلَ مُنْذُ يَوْمِ خُلِقَ قَبْلَ السَّاعَةِ، فَلَمَّا نَزَلَ، قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ رَبُّكَ، قَالَ: أَفَمَلِكًا نَبِيًّا يَجْعَلُكَ، أَوْ عَبْدًا رَسُولًا؟ قَالَ جِبْرِيلُ: تَوَاضَعْ لِرَبِّكَ يَا مُحَمَّدُ، قَالَ: بَلْ عَبْدًا رَسُولًا“[4]

(جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، پھر آپ نے آسمان کی طرف دیکھا تو ایک فرشتہ اتر رہا تھا۔ جبریل نے کہا: بے شک یہ فرشتہ جب سے پیدا ہوا ہے آج سے پہلے تک کبھی زمین پر نہیں اترا۔ جب وہ آیا تو کہنے لگا: اے محمد ﷺ! آپ کے رب نے مجھے یہ پیغام دیا ہے کہ وہ آپ کو بادشاہ نبی بنائے یا بندہ رسول بنائے؟ جبریل نے کہا: اے محمد ﷺ! آپ اپنے رب کے لئے تواضع اختیار کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تو بندہ رسول ہی رہوں گا)۔

اسی میں سے یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار سے صرف جنت کے وعدہ پر بیعت لی، حالانکہ انصار نے بڑے ہی سخت اور نازک حالات میں بیعت کی تھی، آپ نے ان سے عہدوں، بادشاہت، مال، حکومت یا اس جیسی جلد ملنے والی دنیوی مرغوبات کا وعدہ نہیں کیا۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا:

”إِنِّي لَمِنَ النُّقَبَاءِ الَّذِينَ بَايَعُوا رَسُولَ اللهِ ﷺ وَقَالَ: بَايَعْنَاهُ عَلَى أَنْ لَا نُشْرِكَ بِاللهِ شَيْئًا، وَلَا نَسْرِقَ وَلَا نَزْنِيَ

---

4 مسند احمد: ۲۳۱/ ۲ اور ابن حبان نے جیسا کہ الموارد (ص: 525) رقم 2137 میں ہے، اور یہ دونوں محمد بن فضیل عن عمارۃ بن القعقاع عن ابی زرعۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ کے طریق سے ہے۔ شیخ البانی الصحیحۃ (3/ 6) میں فرماتے ہیں: یہ اسناد مسلم کی شرط پر صحیح ہیں۔ اور اس کا ایک شاہد حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں بھی ہے جسے بغوی نے شرح السنۃ 13/ 248-249 میں نقل کیا جس کی سند ضعیف ہے۔

وَلَا نَقْتُلَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَلَا نَنْتَهِبَ وَلَا نَعْصِيَ، بِالْجَنَّةِ“

(میں ان نقیبوں (سرداروں/کیپٹن) میں سے ایک تھا جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی۔ کہتے ہیں: ہم نے جن باتوں پر بیعت کی تھی وہ یہ تھے: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے، چوری نہیں کریں گے، زناکاری نہیں کریں گے، نہ کسی جان کو جسے اللہ نے حرام قرار دیا ناحق قتل کریں گے، نہ ڈاکہ ڈالیں گے نہ ہی (اللہ اور اس کے رسول کی) نافرمانی کریں گے، پس (اس کے صلے میں) ہمیں جنت ملے گی)۔

ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا:

”انْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ وَمَعَهُ الْعَبَّاسُ عَمُّهُ إِلَى السَّبْعِينَ مِنَ الْأَنْصَارِ عِنْدَ الْعَقَبَةِ تَحْتَ الشَّجَرَةِ، فَقَالَ: لِيَتَكَلَّمْ مُتَكَلِّمُكُمْ، وَلَا يُطِيلُ الْخُطْبَةَ، فَإِنَّ عَلَيْكُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ عَيْنًا، وَإِنْ يَعْلَمُوا بِكُمْ يَفْضَحُوكُمْ، فَقَالَ قَائِلُهُمْ وَهُوَ أَبُو أُمَامَةَ: سَلْ يَا مُحَمَّدُ لِرَبِّكَ مَا شِئْتَ، ثُمَّ سَلْ لِنَفْسِكَ وَلِأَصْحَابِكَ مَا شِئْتَ، ثُمَّ أَخْبِرْنَا مَا لَنَا مِنَ الثَّوَابِ عَلَى اللهِ وَعَلَيْكُمْ إِذَا فَعَلْنَا ذَلِكَ؟ قَالَ: فَقَالَ: أَسْأَلُكُمْ لِرَبِّي أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَأَسْأَلُكُمْ لِنَفْسِي وَلِأَصْحَابِي أَنْ تُؤْوُونَا، وَتَنْصُرُونَا، وَتَمْنَعُونَا مِمَّا مَنَعْتُمْ مِنْهُ أَنْفُسَكُمْ، قَالُوا: فَمَا لَنَا إِذَا فَعَلْنَا ذَلِكَ؟ قَالَ: لَكُمُ الْجَنَّةُ، قَالُوا: فَلَكَ ذَلِكَ“[5]

(رسول اللہ ﷺ اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیعت عقبہ کے وقت درخت کے نیچے تشریف لائے، آپ نے فرمایا:

تمہاری جانب سے ایک آدمی بات کرے اور بات کو طول نہ دے، کیوں کہ مشرکین نے تم پر جاسوس چھوڑ رکھے ہیں، اگر وہ تمہارے بارے میں جان لیں گے تو تمہارا بھانڈا پھوڑ دیں گے۔

[5] مسند احمد: ۱۲۰،۱۱۹/۴ فرماتے ہیں: ثنا یحیی بن ابی زکریا ابی زائدة حدثني ابی عن عامر یعنی الشعبي پھر اس سند سے ان سے روایت کی عن مجالد عن عامر الشعبي عن ابی مسعود الانصاري پھر اس سند سے عن اسماعیل بن ابی خالد عن الشعبي فرماتے ہیں: کسی بوڑھے یا جوان سے ایسا خطبہ نہیں سنا گیا۔

لہذا ان کی جانب سے بات کرنے والے نے بات کی جو کہ ابو امامہ رضی اللہ عنہ تھے:

اے محمد ﷺ! آپ اپنے رب کے لئے، اپنی ذات کے لئے اور اپنے ساتھیوں کے لئے جو کچھ مانگنا ہو مانگیں، پھر ہمیں بتائیں کہ اس کا ثواب اللہ کی جانب سے ہمیں کیا ملے گا، اور آپ ﷺ کی طرف سے اگر ہم یہ کریں گے ؟

آپ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے رب کے لئے تم سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ تم صرف اسی کی عبادت کروگے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروگے، اور میں اپنی ذات اور اپنے اصحاب کے لئے تم سے یہ مانگتا ہوں کہ تم ہم کو پناہ دوگے، مدد کروگے اور ہماری ہر اس چیز سے حفاظت کروگے جس سے تم اپنے آپ کی حفاظت کرتے ہو۔

انصار نے کہا: اگر ہم نے یہ کیا تو ہمیں کیا ملے گا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے لئے جنت ہے۔

انصار نے کہا: پھر تو ہماری طرف سے یہ ساری چیزیں آپ کے لیے حاضر ہیں)۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا:

”مَكَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ يَتْبَعُ النَّاسَ فِي مَنَازِلِهِمْ بِعُكَاظٍ وَمَجَنَّةَ، وَفِي الْمَوَاسِمِ بِمِنًى، يَقُولُ: مَنْ يُؤْوِينِي ؟ مَنْ يَنْصُرُنِي ؟ حَتَّى أُبَلِّغَ رِسَالَةَ رَبِّي، وَلَهُ الْجَنَّةُ حَتَّى إِنَّ الرَّجُلَ لَيَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ أَوْ مِنْ مُضَرَ كَذَا قَالَ: فَيَأْتِيهِ قَوْمُهُ، فَيَقُولُونَ: احْذَرْ غُلَامَ قُرَيْشٍ، لَا يَفْتِنُكَ، وَيَمْشِي بَيْنَ رِجَالِهِمْ، وَهُمْ يُشِيرُونَ إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ، حَتَّى بَعَثَنَا اللهُ إِلَيْهِ مِنْ يَثْرِبَ، فَآوَيْنَاهُ وَصَدَّقْنَاهُ، فَيَخْرُجُ الرَّجُلُ مِنَّا، فَيُؤْمِنُ بِهِ، وَيُقْرِئُهُ الْقُرْآنَ، فَيَنْقَلِبُ إِلَى أَهْلِهِ، فَيُسْلِمُونَ بِإِسْلَامِهِ، حَتَّى لَمْ يَبْقَ دَارٌ مِنْ دُورِ الْأَنْصَارِ إِلَّا وَفِيهَا رَهْطٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يُظْهِرُونَ الْإِسْلَامَ، ثُمَّ ائْتَمَرُوا جَمِيعًا، فَقُلْنَا: حَتَّى مَتَى نَتْرُكُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُطْرَدُ فِي جِبَالِ مَكَّةَ وَيَخَافُ ؟ فَرَحَلَ إِلَيْهِ مِنَّا سَبْعُونَ رَجُلًا، حَتَّى قَدِمُوا عَلَيْهِ فِي الْمَوْسِمِ، فَوَاعَدْنَاهُ شِعْبَ الْعَقَبَةِ، فَاجْتَمَعْنَا عَلَيْهِ مِنْ رَجُلٍ وَرَجُلَيْنِ، حَتَّى تَوَافَيْنَا، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، نُبَايِعُكَ؟ قَالَ: تُبَايِعُونِي عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي

النَّشَاطِ وَالْكَسَلِ، وَالنَّفَقَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ، وَعَلَى الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ، وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَأَنْ تَقُولُوا فِي اللهِ، لَا تَخَافُونَ فِي اللهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ، وَعَلَى أَنْ تَنْصُرُونِي، فَتَمْنَعُونِي إِذَا قَدِمْتُ عَلَيْكُمْ مِمَّا تَمْنَعُونَ مِنْهُ أَنْفُسَكُمْ وَأَزْوَاجَكُمْ وَأَبْنَاءَكُمْ، وَلَكُمُ الْجَنَّةُ، قَالَ: فَقُمْنَا إِلَيْهِ فَبَايَعْنَاهُ، وَأَخَذَ بِيَدِهِ أَسْعَدُ بْنُ زُرَارَةَ، وَهُوَ مِنْ أَصْغَرِهِمْ، فَقَالَ: رُوَيْدًا يَا أَهْلَ يَثْرِبَ، فَإِنَّا لَمْ نَضْرِبْ أَكْبَادَ الْإِبِلِ إِلَّا وَنَحْنُ نَعْلَمُ، أَنَّهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَإِنَّ إِخْرَاجَهُ الْيَوْمَ مُفَارَقَةُ الْعَرَبِ كَافَّةً، وَقَتْلُ خِيَارِكُمْ، وَأَنَّ تَعَضَّكُمُ السُّيُوفُ، فَإِمَّا أَنْتُمْ قَوْمٌ تَصْبِرُونَ عَلَى ذَلِكَ، وَأَجْرُكُمْ عَلَى اللهِ، وَإِمَّا أَنْتُمْ قَوْمٌ تَخَافُونَ مِنْ أَنْفُسِكُمْ جَبِينَةً، فَبَيِّنُوا ذَلِكَ، فَهُوَ عُذْرٌ لَكُمْ عِنْدَ اللهِ، قَالُوا: أَمِطْ عَنَّا يَا أَسْعَدُ، فَوَاللهِ لَا نَدَعُ هَذِهِ الْبَيْعَةَ أَبَدًا، وَلَا نَسْلُبُهَا أَبَدًا، قَالَ: فَقُمْنَا إِلَيْهِ فَبَايَعْنَاهُ، فَأَخَذَ عَلَيْنَا وَشَرَطَ، وَيُعْطِينَا عَلَى ذَلِكَ الْجَنَّةَ"[6]

(رسول اللہ ﷺ مکہ میں نبوت کے دس سال رہے، آپ عکاظ اور مجنہ کے میلوں میں ایام حج میں منیٰ کے میدان میں لوگوں کے خیموں میں جاتے اور فرماتے:

کون ہے جو مجھے ٹھکانہ دے اور میری مدد کرے؟ تاکہ میں اپنے رب کے پیغام کو پہنچا سکوں، تو اس کے لئے جنت ہے۔

یہاں تک کہ یمن کا یا مضر کا آدمی آتا تو آپ ﷺ کی قوم کے لوگ اس کے پاس آکر کہتے: ذرا اس قریش زادے سے بچنا، کہیں وہ تمہیں بھی فتنہ میں نہ ڈالے۔ آپ بازار میں ان کے مردوں کے درمیان چلتے تو لوگ اپنی انگلیاں آپ پر اٹھاتے، یہاں تک کہ اللہ نے یثرب سے ہمیں آپ کی خدمت میں بھیجا، ہم نے آپ کو پناہ دی اور آپ کو سچا جانا، ہمارا کوئی آدمی آپ کے پاس مکہ جاتا

---

6 أخرجه الإمام أحمد (322/3): ثنا عبد الرزاق أنا معمر عن ابن خثيم عن أبي الزبير عن جابر، (339/3): ثنا إسحاق بن عيسى ثنا يحيي بن سليم عن عبد الله بن عثمان = ابن خثيم عن أبي الزبير أنّه حدثه عن جابر أن رسول الله ﷺ ...، وذكر الحديث. وأخرجه ابن حبان في صحيحه كما في موارد الظمآن (ص:408)، والحاكم (624/2) وصححه ووافقه الذهبي وقد تابع أبا الزبير الإمام الشعبي –رحمه الله– قال البزار –رحمه الله–: ((حدثنا محمد بن معمر ثنا قبيصة ثنا سفيان عن جابر وداود –هو ابن أبي هند– عن الشعبي عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ للنقباء من الأنصار: تؤوني وقالوا: نعم، فما لنا؟ قال: الجنة.قال البزار: لا نعلمه يروى عن الشعبي إلاّ بهذا الإسناد)). انظر كشف الأستار (307/2). وقد ذكر الحافظ ابن حجر هذه الأحاديث وحكى تصحيح بعضها وحسن بعضها وقوى بعضها. انظر فتح الباري (222/7–223).

اور آپ پر ایمان لاتا، آپ اسے قرآن سکھاتے، وہ اپنے گھر واپس لوٹتا اور اس کے گھر والے اس کی وجہ سے مسلمان بن جاتے، یہاں تک کہ انصار کے گھروں میں کوئی بھی ایسا گھرانہ نہیں بچا جس میں اسلام پر علانیہ عمل نہ ہوتا ہو۔ پھر ہم نے آپس میں طے کیا کہ ہم کب تک رسول اللہ ﷺ کو مکہ کے پہاڑوں میں چکر کاٹتے، ٹھوکریں کھاتے اور خوف زدہ کئے جاتے ہوئے چھوڑے رکھیں گے!؟ (اس لئے آپ کو یثرب آنے کی دعوت دیں گے) ہم ستر آدمی موسمِ حج میں آپ کے پاس گئے، ہم عقبہ (گھاٹی) میں وعدہ کے مطابق ایک ایک دو دو کی ٹولیوں میں جمع ہوتے گئے یہاں تک کہ ہم سب جمع ہو گئے، ہم نے آپ سے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم آپ سے بیعت کریں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: تم مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ چستی اور سستی ہر حال میں سنو گے، اور مانو گے، تنگی اور خوشحالی ہر حال میں خرچ کرو گے، اور بھلائی کا حکم دو گے اور برائی سے روکو گے، اللہ کی خاطر بات کرو گے اور اس کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کرو گے، اور جب میں تمہارے پاس آجاؤں تو میری مدد کرو گے، اور جس چیز سے اپنی جان اور اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہو اس سے میری حفاظت کرو گے، اور تمہارے لئے جنت ہے۔

فرماتے ہیں: ہم آپ ﷺ سے بیعت کے لئے لپکے، مگر عین اسی وقت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ جو ان سب میں کم عمر تھے نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: اے اہل یثرب! ذرا ٹھہر جاؤ! ہم آپ ﷺ کی خدمت میں اونٹنیوں کا کلیجہ مار کر (یعنی لمبا سفر طے کر کے) حاضر نہیں ہوئے مگر اس یقین کے ساتھ ہیں کہ بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں، آج آپ کو یہاں سے لے جانے کا معنی ہے سارے عرب سے دشمنی، اپنے چیدہ چیدہ سرداروں کا قتل اور تلواروں کی مار، اب اگر آپ لوگ یہ سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں تو انہیں لے لیں اور آپ کا اجر اللہ پر ہے، اور اگر آپ لوگ اپنے متعلق کوئی اندیشہ رکھتے ہیں اور ڈرتے ہیں تو انہیں ابھی سے چھوڑ دیں، یہ اللہ کے نزدیک آپ کے حق میں زیادہ قابل عذر ہو گا۔ لوگوں نے کہا: اسعد! اپنا ہاتھ ہٹاؤ، کیونکہ اللہ کی قسم! ہم اس بیعت کو نہ چھوڑ سکتے ہیں اور نہ توڑ سکتے ہیں۔ اس کے بعد ایک ایک آدمی نے اٹھ کر بیعت کی، پس آپ ﷺ نے ہم سے بیعت لی اس شرط پر کہ ہمیں اس کے بدلے میں جنت ملے گی)۔

عہدوں کی ہوس اور اسلامی احکام

اس کے علاوہ آپ ﷺ نے سیاسی اسلوب اپنانے اور لوگوں کو اعلیٰ عہدوں کا لالچ دینے سے بہت دور رہتے ہوئے صحابہ کرام

کی تربیت قرآن وسنت، ایمان، سچائی اور اپنے ہر عمل میں اللہ کے لیے اخلاص اپنانے پر فرمائی۔

جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ صحابہ کرام نے اسلام سے پہلے بھی اور مسلمان ہونے کے بعد بھی کسی حکومتی عہدے کی تمنا نہیں کی۔ صحابہ کرام میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ہی دیکھ لیں کہ آپ کبار صحابہ میں سے ہیں اور ان میں سے مضبوط شخصیت کے حامل ہیں، اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی کسی عہدے کا لالچ نہیں دیا اور نہ ہی منصب پانے کی خواہش ان کے دل میں کبھی ابھری، ہاں زندگی میں ایک مرتبہ بعثتِ نبوی کے بیسویں سال جنگِ خیبر کے دن یہ خواہش ان کے دل میں ابھری، جب رسول االلہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان کیا:

”لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ يُفْتَحُ عَلَى يَدَيْهِ فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوكُونَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا، قَالَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ: مَا أَحْبَبْتُ الْإِمَارَةَ إِلَّا يَوْمَئِذٍ“[7]

(میں ضرور کل جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اللہ اس کے ہاتھوں فتح دلائے گا۔ صحابہ کرام نے ساری رات جاگتے سوچتے ہوئے گزار دی کہ وہ خوش نصیب کون ہو گا جس کو جھنڈا دیا جائے گا؟ اور عمر بن خطاب کہتے ہیں کہ: میرے دل میں امارت کی خواہش کبھی پیدا نہیں ہوئی مگر صرف اس دن)۔

ان صحابہ کرام کے دل میں یہ خواہش کیا کسی دنیوی امارت کو حاصل کرنے کے لئے ابھری، یا اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے عظیم مقام کو حاصل کرنے کے لئے؟ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو امارت محبوب کر کے دکھاتے، اس پر ان کی تربیت کرتے

7أخرجه مسلم، 44- كتاب الفضائل، 4- باب فضائل علي رضی اللہ عنہ ، حديث (33)، = عن أبي هريرة. وحديث (34)، عن سهل بن سعد وفيه:((فباتوا يدوكون ليلتهم أيهم يعطاها)). وفيه: ((رجل يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله))(**اس روایت میں الفاظ ہیں کہ وہ شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے محبت کرتے ہیں**) .وحديث (32) عن سعد بن أبي وقاص وفيه: ((لأعطين الراية رجلاً يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله)) **فرمایا کہ ہم اس کے لئے سوچ وبچار کرتے رہے جس کا سبب وہی ہے جو ذکر ہوا کہ اس اللہ تعالی کے یہاں اعلیٰ منزلت ودرجہ کو پا سکیں نہ کہ نفس امارت کے لئے**-.وأخرجه البخاري، 56- كتاب الجهاد، 143-باب فضل من أسلم على يديه رجل، حديث (3009)، و62- كتاب فضائل الصحابة، 9- باب مناقب علي رضی اللہ عنہ، حديث (3701).والترمذي، 50- كتاب المناقب، باب (21)، حديث (3734) و (638/5)، وابن ماجة في المقدمة11، حديث (117)، إسناده ضعيف فيه محمد بن أبي ليلى وهو ضعيف.

اور اس کی تمنا اور آسرا دلاتے تو پھر عمر رضی اللہ عنہ نے کیوں دنیوی امارت کی کبھی خواہش نہیں کی؟

بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ صحابہ کرام کو عہدوں سے نفرت دلاتے اور اس کی حرص رکھنے سے ڈرایا کرتے تھے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إِنَّكُمْ سَتَحْرِصُونَ عَلَى الْإِمَارَةِ وَسَتَكُونُ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَنِعْمَ الْمُرْضِعَةُ وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ“[8]

(بے شک تم عنقریب امارت کی حرص کروگے، جو عنقریب قیامت کے دن ندامت کا باعث بنے گی، دودھ پلانے والی کیا ہی اچھی اور دودھ چھڑانے والی کیا ہی بری ہے)۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہدے کی طلب اور اس کی حرص سے منع فرمایا۔

چناچہ عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ! لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ، فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا“[9]

(اے عبدالرحمن! کبھی امارت طلب نہ کرو، کیوں کہ اگر تم کو تمہاری مانگ پر دی جائے تو تم اسی کے حوالے کر دئے جاؤگے، لیکن اگر بغیر طلب کے تمہیں عطا ہو تو اللہ کی مدد تمہارے شاملِ حال ہوگی)۔

---

[8] أخرجه البخاري،93- كتاب الأحكام، 7- باب ما يكره من الحرص على الإمارة، حديث (7148)، والإمام أحمد في مسنده (448/2)، والنسائي في كتاب آداب القاضي (199/8) حافظ ابن الحجر فتح الباری (13/126) میں فرماتے ہیں: دودھ پلانے والی یعنی حکومت بہت اچھی لگتی ہے کہ اس میں جاہ ومال کا حصول، اور اپنے حکم کا نفاذ ہوتا ہے، اور اس کے حصول کے وقت حسی اور وہمی لذات حاصل رہتی ہیں، اور دودھ چھڑانے والی بری ہے یعنی جب حکومت جاتی ہے موت کے ذریعے یا اس کے علاوہ کسی طریقے سے، اور آخرت میں جو اس کا کڑا احساب ہوگا۔

[9] أخرجه البخاري 93- كتاب الأحكام، 7- باب من سأل الإمارة وكل إليها، حديث (7147)، ومسلم 33- كتاب الإمارة، 3- باب النهي عن طلب الإمارة والحرص عليها، حديث (13)، والنسائي (198/8).

بلکہ یہ اسلامی قانون ہی بنادیا گیا کہ جو عہدے کا عاشق ہو اور اس کی حرص رکھے تو اسے عہدہ ہی نہ دیا جائے۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَا وَرَجُلَانِ مِنْ بَنِي عَمِّي، فَقَالَ أَحَدُ الرَّجُلَيْنِ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَمِّرْنَا عَلَى بَعْضِ مَا وَلَّاكَ اللهُ وَقَالَ الْآخَرُ مِثْلَ ذَلِكَ: فَقَالَ: إِنَّا وَاللهِ لَا نُوَلِّي عَلَى هَذَا الْعَمَلِ أَحَدًا سَأَلَهُ وَلَا أَحَدًا حَرَصَ عَلَيْهِ وفي لفظ عند مسلم: مَا تَقُولُ يَا أَبَا مُوسَى أَوْ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ قَيْسٍ؟، قَالَ: فَقُلْتُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَطْلَعَانِي عَلَى مَا فِي أَنْفُسِهِمَا وَمَا شَعَرْتُ أَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ، قَالَ وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى سِوَاكِهِ تَحْتَ شَفَتِهِ وَقَدْ قَلَصَتْ، فَقَالَ: لَنْ أَوْ لَا نَسْتَعْمِلُ عَلَى عَمَلِنَا مَنْ أَرَادَهُ وَلَكِنْ اذْهَبْ أَنْتَ يَا أَبَا مُوسَى أَوْ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ قَيْسٍ، فَبَعَثَهُ عَلَى الْيَمَنِ ثُمَّ أَتْبَعَهُ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ۔ وفي النسائي: إِنَّا لَا نَسْتَعِينُ فِي عَمَلِنَا بِمَنْ سَأَلَنَا“[10]

(میں اور میرے دو چچیرے بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ نے آپ کو جس چیز کا والی بنایا ہے اس میں سے کچھ پر آپ ہمیں امیر بنادیں۔ دوسرے نے بھی یہی کہا، آپ نے فرمایا: ہم اس کام پر ایسے شخص کو متعین نہیں کرتے جو اسے مانگتا یا اس کی حرص رکھتا ہو۔

اور صحیح مسلم کے الفاظ ہیں:

اے ابو موسیٰ یا اے عبد اللہ بن قیس! اس معاملے میں تم کیا کہتے ہو؟

میں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ مبعوث کیا، انہوں نے مجھے نہیں بتایا تھا کہ ان کے دل کے اندر کیا ہے، اور نہ ہی مجھے یہ احساس تھا کہ یہ آپ سے (حکومتی) کام مانگیں گے۔ کہتے ہیں کہ میں آپ کے سکڑے ہوئے ہونٹ کے نیچے مسواک کی طرف دیکھ رہا تھا۔

---

[10] أخرجه البخاري 93- كتاب الأحكام، 6- باب ما يكره من الحرص على الإمارة، حديث (7149)، ومسلم 33- كتاب الإمارة، 3- باب النهي عن طلب الإمارة، حديث (14،15) (1456/3)، والنسائي (198/8).

آپ ﷺ نے فرمایا: ہم اس معاملے میں اس شخص کو کبھی عامل نہیں بنائیں گے یا بناتے ہیں جو اس اسے چاہتا ہو، لیکن اے ابو موسیٰ! تم جاؤ۔، آپ نے انہیں یمن کا عامل بنا کر بھیجا، پھر ان کے پیچھے معاذ بن جبل کو روانہ کیا۔

اور النسائی کی روایت میں ہے:

بے شک ہم اپنے اس کام میں اس سے مدد نہیں لیتے جو اس کا سوال کرے)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”مہلب کہتے ہیں: اقتدار کی حرص باہمی لڑائیوں کی اصل وجہ ہے، جس کے سبب خون بہتا ہے اور مال و عصمتیں حلال کر لی جاتی ہیں، اور اسی کی وجہ سے زمین میں عظیم فساد برپا ہوتا ہے، اور یہ باعثِ ندامت اس لئے ہے کہ صاحبِ اقتدار کے لئے قتل یا موت یا معزول کر دیے جانے کے بعد اس میں داخل ہونے پر ندامت کرتا ہے، کیوں کہ اس کے بعد اس کے کئے ہوئے جرائم کا تاوان وصول کیا جائے گا، جبکہ اقتدار کے مزے اور جس کی وہ حرص کرتا رہا وہ عہدے سے علیحدگی کے فوراً بعد ختم ہو جاتے ہیں۔

ہاں اس سے اس حالت کو مستثنیٰ قرار دیا جائے گا اگر کوئی حکمران مر جائے اور دوسرا اسے لے لے اس وجہ سے کہ اس کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہ ہو جو اس شخص کی طرح لائق اور ذمہ داری کے بوجھ کو اٹھانے والا ہو، اور اس کا اس ذمے داری کو نہ اٹھانے کی وجہ سے فساد ہو اور حالات خراب ہو جائیں“[11]۔

بہر حال حکومت اور عدلیہ یہ ایسے ضروری امور ہیں جن کے بغیر مسلمانوں کی زندگی قائم نہیں رہ سکتی، انہیں کے ذریعے جان، مال و عزت کی حفاظت ہوتی ہے۔

لیکن امراء اور قضاۃ (ججوں) کے تقرر میں رسول اللہ ﷺ کے طریقے و منہج کی پیروی ضروری ہے، یہ مناصب ان لوگوں کو نہ دیے جائیں جو طلب کرتے ہوں، اس کی خواہش رکھتے ہوں اور الیکشن کے ذریعہ اپنے آپ کو بطور امیدوار کھڑا کرتے ہوں، یہ

---

[11](فتح الباری: ۱۲۶/ ۱۳)۔

تمام صورتیں عہدے کی رغبت کے زمرے میں آتی ہیں۔

بلکہ ان لوگوں کو چنا جائے جو علم، اور تقویٰ کے اعتبار سے اس لائق ہوں اور اس سے بے رغبتی رکھتے ہوں۔

پھر ہمارے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم تربیت کے تعلق سے اس منہج نبوی سے استفادہ کریں۔ لہذا ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ نوجوانوں کو قیادت، صدارت اور امارت کی طلب پر ابھاریں، اگر ہم نے یہ کیا تو ہم نے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی ہدایت کی مخالفت کی اور نوجوانوں کو ہلاکت میں ڈال دیا، پھر آخر رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے منہج کی مخالفت کر کے ہم دنیا و آخرت کی کونسی کامیابی کی امید کر رہے ہیں؟

﴿وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ، وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم مُّعْرِضُونَ﴾ (النور:47-48)

(کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں، اور اطاعت کرتے ہیں، پھر ان میں سے ایک گروہ اس کے بعد پیٹھ پھیر جاتا ہے اور ایسے لوگ مومن نہیں، اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو ان میں سے ایک گروہ منہ موڑ جاتا ہے)

ان تمام باتوں سے ہم نے یہ جان لیا کہ توحید کی دعوت، شرک اور مظاہر و اسباب شرک کے خلاف محاذ آرائی میں پیغمبروں کا منہج بلاشبہ عقل، حکمت اور فطرت پر قائم ہے، اور ہم نے اس بارے میں کتاب و سنت کے اور عقلی زاویے سے بھی اجمالی و تفصیلی دلائل جان لیے۔

تصدیق نامہ

مندرجہ بالا مواد توحیدِ خالص ڈاٹ کام کی جانب سے نظر ثانی کیا گیا ہے اور ہمارے علم کے مطابق اس میں کتاب و سنت اور فہم سلف صالحین کے مخالف کوئی بات مندرج نہیں۔ آپ اگر ٹائپنگ وغیرہ میں کوئی بھی غلطی محسوس کریں تو ضرور مطلع فرمائیں۔ اسی طرح سے اگر ترجمے میں کسی بھی قسم کی غلطی، تضاد، نقص یا ابہام پائیں، یا پھر اصل عربی متن کے مقتضی کے خلاف کوئی اور معنی و مفہوم بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہو، یا پھر تیار کردہ مواد میں کوئی بھی بات قرآن و سنت اور فہم سلف صالحین کے خلاف ہو تو ضرور ہمیں مطلع فرمائیں

info@tawheedekhaalis.com اور براہ مہربانی غلطی کی نشاندہی مکمل حوالے کے ساتھ کی جائے تاکہ فوری اصلاح ممکن ہو۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ ہم میں سے کوئی آپ کے دینی مسائل کا جواب یا فتویٰ دینے کا مجاز نہیں بلکہ اس سلسلے میں علماء کرام سے براہ راست رابطہ کیا جائے۔ البتہ اگر آپ کے پاس کوئی مفید تجاویز ہوں تو ہم اس پر ضرور غور کریں گے۔